شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

زیرِ سرپرستی: حضرت اقدس مولانا
شاہ سعید احمد
رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
مسند نشین سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

جولائی 2009ء / رجب ۱۴۳۰ھ   شمارہ نمبر 1، 2 جلد نمبر 1   رجسٹرڈ نمبر R-123

مجلس ادارت

صدر مجلس: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
مدیر اعلیٰ: مفتی عبد الخالق آزاد
مدیر: محمد عباس شاد

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبد المتین نعمانی	(بورے والا)
حضرت مولانا مفتی عبد القدیر	(چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبد الغنی قاسمی	(لاہور)
حضرت مولانا محمد مختار حسن	(نوشہرہ)
حضرت مولانا پروفیسر حسین احمد علوی	(چشتیاں)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد	(ڈیرہ اسماعیل خاں)
محترم محمد اسلوب قریشی	(لاہور)
محترم سید مطلوب علی زیدی	(لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف	(سعودی عرب)
محترم سید اصغر علی شاہ بخاری	(پیر جو گوٹھ)
محترم ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی	(سکھر)
محترم سید سیف الاسلام خالد	(راولپنڈی)
محترم ڈاکٹر عبد الرحمٰن راؤ	(سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی	(کراچی)
حضرت مولانا قاری تاج افسر	(اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبد العزیز	(جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف	(حسن ابدال)
حضرت مولانا عبد اللہ عابد سندھی	(شکارپور)

ترتیب عنوانات

سلسلہ نمبر ۷

درسِ قرآن..........افادات: امامِ انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ 2
درسِ حدیث..........مولانا خواجہ عبد الحیٔ فاروقیؒ 2
اداریہ..........مدیر اعلیٰ 3
مستحکم اور مضبوط پاکستان خطے کی ضرورت ہے..........محمد عباس شاد 3
خطبہ جمعۃ المبارک..........مفتی عبد الخالق آزاد 4
دینی مسائل..........مفتی عبد الغنی قاسمی 5
اسلام علم و حکمت کا دین..........پروفیسر عبد الودود علیمی 6
ملفوظات شاہ عبد القادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ.......... 7
خوشخبری: ریجنل مراکز کا قیام اور دورۂ تفسیر قرآن حکیم کا انعقاد.......... 7
خطاب حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ.. 8

ماہنامہ ''رحیمیہ'' کی ممبرشپ

قیمت فی شمارہ: مبلغ 10 روپے   سالانہ ممبرشپ فیس: مبلغ 150 روپے

سالانہ ممبرشپ کے لئے ترسیل زر کا پتہ: ''ناظم دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ، لاہور''۔ تمام ممبران کو رسالہ براہ راست ڈاک کے ذریعہ سے ارسال کیا جاتا ہے، اس لئے اپنا پتہ صاف اور خوشخط لکھ کر بھیجیں۔ ماہنامہ ''رحیمیہ'' ہر مہینہ کی 3 اور 4 تاریخ کو سپرد ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں مہینہ کی 10 تاریخ کے بعد رابطہ کریں۔

مدیر اعلیٰ مفتی عبد الخالق آزاد طابع و ناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ، لاہور سے شائع کیا۔

برائے رابطہ
رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
فون: 0092-42-6307714/6369089
Web:www.rahimia.org

شعبہ مطبوعات
ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

www.rahimia.org

درسِ قرآن

افادات: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ

انقلاب کے عملی اصول

"اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ" قرآن کہتا ہے کہ جب سے انسانی تاریخ لکھی گئی ہے، اس پر نظر ڈالو، تم دیکھو گے کہ وہ اس امر کی ناقابلِ تردید شہادت بہم پہنچاتی ہے کہ جب تک کسی انسانی اجتماع میں چار باتیں، جن کا ذکر آگے آتا ہے، پیدا نہیں ہوں گی وہ کامیاب نہیں ہوا۔ اسی طرح وہ ان کے بغیر آئندہ بھی کبھی کامیاب نہیں ہوگا۔ وہ چار باتیں یہ ہیں:

(۱) "نظریہ" اور "ایمان" (الذین آمنوا) جنہوں نے ایمان اختیار کیا۔ اس آیت میں ایمان سے کیا مراد ہے؟ جن لوگوں نے قرآن حکیم مانا، انہوں نے اس کتابِ الٰہی میں معین اصول پائے اور ان اصولوں کو مان کر ان پر عمل کرنے کی پختہ نیت بنالی اور انہیں انسانی اجتماع میں قائم کرنے کے لئے اپنا جان و مال تک قربان کرنے کا ارادہ کرلیا، اسے ان کا "ایمان" کہا جائے گا۔

(۲) "عمل صالح" (وعملوا الصالحات) اور صالح اعمال کئے۔ بدنِ انسانی کی ہر وہ حرکت و سکون جو انسان کے ایمان کے مطابق اور اس کی تعمیل و تکمیل کے لئے ہو، عمل صالح ہے۔ اصل میں کسی عمل کا اچھا یا بُرا ہونا، اس کی ظاہری شکل کے اعتبار سے اتنا نہیں ہوتا، جتنا اس کی روح کے لحاظ سے اور کرنے والے کی اس نیت کے اعتبار سے ہوتا ہے، جو اسے عمل پر اُکساتی ہے۔ مثلاً دنیا کی تمام قوموں میں یہ مانا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا بہت اچھا فعل (عمل صالح) ہے۔ گو ہر ایک قوم میں عبادت کی صورت الگ الگ رہی ہو۔ لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور اس کا قرب حاصل کرنا انسان کے لئے ضروری ہے۔ یہ قرب حاصل کرنے کا جذبہ ہی عبادت یا صلوٰۃ کی اصل روح ہے، اب اگر یہی عبادت صرف دکھاوے کے طور پر کی جائے تو سب سے بُرا عمل تصور کی جاتی ہے۔ "ایمان" اور "عمل صالح" کا تعلق یہ ہے کہ اصل میں ایمان جڑ ہے عمل کی۔ جب تک جڑ زندہ ہے، درخت زندہ ہے، جب جڑ مرجاتی ہے درخت خود بخود مرجھا کر گر جاتا ہے۔ اسی طرح معاشرے میں ایمان انفرادی اور اجتماعی کاموں کی بنیاد ہے۔ ایمان ایسا ہو جو عمل پر اُکسائے اور عمل وہ ہو جو ایمان کے مطابق ہو۔

(۳) "حق کی تلقین" (وتواصوا بالحق) وہ آپس میں حق کی تلقین کرتے ہیں۔ بنیادی طور پر حق میں پختگی اور ثبوت کے معنی پائے جاتے ہیں، جب تک کوئی بات صرف علم کے درجہ تک ہے ضروری نہیں کہ وہ عمل پر اُکسائے، لیکن جب کسی بات کا علم یقین کے اس درجہ تک پہنچ جائے کہ وہ عمل صالح پر اُکسائے تو وہ حق بن جاتا ہے۔ اسی طرح جب ایمان انسان کے ہر عمل کی بنیاد بن جائے اور وہ اس کے سوا کسی اور چیز کو قبول نہ کرے، بلکہ یہ محسوس کرنے لگے، اگر یہ ایمان کسی طرح میرے دماغ میں سے نکال لیا گیا تو میں مرجاؤں گا، اس وقت وہ ایمان حق کا درجہ حاصل کرلیتا ہے، یہی وہ منزل ہے، جہاں پہنچ کر انسان اپنے ایمان میں امن، اور اس کے مطابق عمل کرنے کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے میں راحت پاتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی عقیدے یا صحیح علم کو اپنا ایمان بنالے اور اس کے مطابق عمل بھی کرے اور اپنا جان و مال اور سب کچھ اس پر قربان کردینے کا پختہ ارادہ بھی رکھتا ہو تو وہ اجتماع میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے ساتھ ایسے لوگوں کو نہ ملائے، جن کا ایمان اس کے اپنے ایمان جیسا ہو اور پھر وہ سب مل کر (ایک جماعت کی صورت میں) اپنے مشترک ایمان کی تکمیل کے لئے پوری پوری اور انتہائی جدوجہد کریں اور اگر اپنے میں سے کسی کے ایمان یا عمل میں کمزوری یا کوتاہی پائیں تو اسے ایمان پر قائم رہنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی تلقین کریں۔

(۴) "صبر کی تلقین" (وتواصوا بالصبر) وہ آپس میں صبر کی تلقین کرتے ہیں۔ جب انسان اپنے ایمان کے مطابق کام کرتا ہے اور اسے تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی راہ میں بے شمار مشقتیں اور مشکلیں پیش آتی ہیں، وہ انہیں جھیلتا ہے، ان کا مقابلہ کرتا ہے اور اپنے ایمان پر مردانہ وار ڈٹا رہتا ہے۔ یہ صبر ہے۔

درسِ حدیث

تشریح: مولانا خواجہ عبدالحئ فاروقیؒ

کمزور لوگوں کی کفالت کرنے کی اہمیت

عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهُ وَلِغَيْرِهِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَ اَشَارَ بِالسَّبَابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا.

ترجمہ: "حضرت سہلؓ بن سعدؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اور یتیم کا پالنے والا خواہ وہ یتیم اپنے گھرانے کا ہو یا غیر ہو، جنت میں اس قدر قریب ہوں گے، جیسے دو انگلیاں آپؐ نے یہ کہہ کہ اپنی پہلی اور درمیان والی انگلیاں دونوں میں تھوڑا سا فاصلہ رکھ کر اُٹھا کر دکھائیں"۔ (مشکوٰۃ شریف، کتاب الآداب، باب الشفقت علی الخلق، الفصل الاول)

اسلام نے انسانی سوسائٹی کی اصلاح کا بیڑہ اُٹھایا تو اُسے بہتری کے انتہائی درجہ پر پہنچا دیا، عرب سوسائٹی میں وہ تمام چوٹی کی بُرائیاں موجود تھیں، جن کا موجود رہنا انسانی معاشرہ کے لئے ایسے زہر قاتل کا حکم رکھتا ہے، جو اپنا تباہ کن اثر رفتہ رفتہ مگر یقینی طور پر ظاہر کرکے رہتا ہے۔ لوٹ مار، ظلم و ستم، بے حیائی، زنا، چوری، شراب خوری، قتل اور دوسروں سے بڑا بن کر رہنے کی خواہش۔ یتیموں اور کمزور طبقات کے حقوق پر ڈاکہ، یہ بُرائیاں انسان کی رگِ جان پر اپنی تیز چُھری رکھ چکی تھیں۔ اور قریب تھا کہ کاٹ ڈالیں کہ اتنے میں رحمتِ الٰہی جوش میں آئی اور مصلحِ اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دُنیا میں ظہور ہوا۔ آپؐ نے پہلا کام یہ کیا کہ ظلم و ستم کے نظام کو ختم کرکے کمزور طبقات اور مظلوم لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کا نظام قائم کیا۔ اس حدیث میں قوم کے بچوں کی تربیت پر زور دیا گیا ہے۔ یتیم وہ ہے جس کے سر پر سے باپ کا سایہ اُٹھ گیا ہو۔ آپؐ نے فرمایا کہ باپ نہیں رہا تو کیا ہوا، قوم تو موجود ہے۔ یوں تو سارے بچے قوم ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن یتیموں کی ذمہ داری بالخصوص قوم پر ہی عائد ہوتی ہے۔ اگر ان کی خبرگیری نہ کی اور انہیں کام کا نہ بنایا تو ساری قوم سمجھ لے کہ وہ اپنے فرض سے غافل شمار ہوگی اور اللہ کریم کی ان رحمتوں سے محروم رہے گی، جن کی بشارت حضرت رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار دی ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کے لئے صحابہ کرام پر مشتمل ایک جماعت تیار کی جس کی تربیت ان خطوط پر کی گئی کہ وہ معاشرے کے پسے ہوئے طبقات اور کمزور لوگوں کے لئے خدمات سرانجام دیں اور ظلم و ستم کے نظام کو ختم کرنے کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہیں۔ اس حدیث میں مسلمان جماعت کی تربیت کرتے ہوئے انہیں اس بات پر اُبھارا گیا ہے کہ وہ معاشرے کے کمزور اور یتیم افراد کی کفالت کا نظام قائم کرنے کی جدوجہد اور کوشش کریں۔ اور اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ ایک طرف یتیم کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والے لوگوں کا ہاتھ روکا جائے اور دوسری طرف ان کمزوروں کے حقوق کی ادائیگی کے لئے انفاق مال کے اصول پر طریقہ کار وضع کیا جائے، قومی خزانہ سے ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ایک سسٹم تشکیل دیا جائے اور جو جماعت یہ کام سرانجام دے گی، وہ جنت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب پائے گی، جیسے دو اُنگلیوں کے درمیان بہت کم فاصلہ ہوتا ہے ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُمت کے کمزور لوگوں کی مدد کرنے والے اور اس کے لئے بہترین نظام قائم کرنے والے لوگوں کے درمیان بہت کم فاصلہ ہوگا۔ اس حدیث مبارکہ میں اس بات پر اُبھارا گیا ہے کہ ہر مسلمان جنت میں حضورؐ کے قرب کے حصول کے لئے معاشرے کے پسے ہوئے طبقات کی کفالت کا نظام قائم کرنے کی فکر کرے۔ اور اگر اس راستہ میں مقتدر طبقات حائل ہوں تو ان کے خلاف مزاحمت کرتے ہوئے پوری جدوجہد اور کوشش کرے، گویا جنت کے حصول میں انسان دوستی کی سوچ رکھنا اور انسانیت کی بھلائی اور ان کی خدمت کا نظام قائم کرنا انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ آج زوال کے دور میں جب کہ کمزور لوگوں کے حقوق طاقتور طبقات ہڑپ کررہے ہوں، اس حوالہ سے اپنے اندر شعور پیدا کرنا اور اس کے لئے جدوجہد کرنا دین کا بنیادی تقاضہ ہے۔

www.rahimia.org

ملکی ترقی اور اقتصادی شعور

جون کا مہینہ اس حوالہ سے پاکستان میں اہمیت کا حامل ہوتا ہے کہ اس میں ملکی قومی بجٹ اور صوبائی بجٹس پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، جس میں آئندہ ایک سال کے لئے وسائل کی دستیابی اور اخراجات کا تخمینہ پیش کیا جاتا ہے۔ اور آئندہ ایک سال کی معاشی سرگرمیوں کا دارومدار اس پیش کردہ تخمینہ اور اس کی اساس پر بنائی جانے والی معاشی پالیسیوں پر ہوتا ہے۔ بلاشبہ کسی ملک کا اقتصادی اور معاشی نظام اس ملک میں بسنے والے لوگوں پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتا ہے، کیوں کہ انسانی زندگی معاشی وسائل کے حصول اور ان کے استعمال کے بغیر آگے نہیں بڑھتی اور وسائل معاش کی دستیابی اور ان کے اخراجات کو کنٹرول کرنے والے نظام کے اثرات ہر فرد کی زندگی پر پڑتے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ قوموں کے باشعور تعلیم یافتہ اور ذمہ دار شہری ایسے مواقع پر جب کہ ان کی زندگی کے معاشی فیصلوں کا تعین کیا جاتا ہے، بہت زیادہ باشعور ہو کر قومی سطح پر اثر انداز ہونے والی معاشی پالیسیوں کا تجزیہ کرتے ہیں اور سچائی تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ اعداد و شمار کا تحلیل و تجزیہ کیا جاتا ہے۔ زمینی حقائق کا شعور حاصل کیا جاتا ہے۔ اور اپنے حکمرانوں کے فیصلوں کو انتہائی گہری نظر سے دیکھا جاتا ہے کہ اتنے اہم معاشی فیصلے کرتے ہوئے ان کا طریقہ کار قومی مفاد کے مطابق ہے؟ زندہ قوموں کے باشعور نوجوان اس حوالہ سے اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ان قوموں کے منتخب حکمران بھی اس حوالہ سے پوری کوشش کرتے ہیں کہ ملک اور قوم کے مفاد میں معاشی پالیسیاں تشکیل دی جائیں، وسائل معاش کی دستیابی کے لئے ایک جامع اور مکمل حکمت عملی ترتیب دی جائے، قومی دولت کے اضافہ کے لئے ایسی تدابیر اختیار کی جائیں جو منصفانہ ہوں، دستیاب شدہ وسائل کو خرچ کرنے کا انتہائی منصفانہ اور صاف وشفاف نظام قائم کیا جائے۔ قومی وسائل میں اضافہ کے لئے عام انسانوں پر ظالمانہ ٹیکس کا نفاذ نہ کیا جائے، بلکہ لوٹ کھسوٹ کے ذرائع کا سد باب کر کے قومی خزانہ کی بچت کا طریقہ کار اپنایا جائے۔ اسی طرح دستیاب وسائل کو انتہائی منصفانہ طور پر خرچ کرنے کا نظام تشکیل دیا جائے، اور انہیں مقتدر طبقوں کی لوٹ کھسوٹ اور ان کی ہوس جوع الارض مٹانے کا ذریعہ نہ بننے دیں۔ اس حوالہ سے جب ہم اپنی دھرتی کے عظیم مفکر امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے افکار کا مطالعہ کرتے ہیں تو انہوں نے معاشی تباہی اور بربادی کے اسباب کا تعین کرتے ہوئے لکھا ہے: "اس زمانہ میں قوموں اور ملکوں کی تباہی کے دو بڑے بنیادی سبب ہیں، ایک یہ کہ ملک وقوم کی دولت میں اضافہ کا سبب بننے والے کاشتکاروں، تاجروں اور صنعت پیشہ لوگوں پر ظالمانہ ٹیکسز لاگو کر دیئے جائیں۔ اور ٹیکس کی ادائیگی ان کی سکت سے باہر ہو جائے۔ دوسرا یہ کہ حکمران طبقہ قومی خزانہ پر بوجھ بن جائے، ہر گروہ ملک کے لئے مفید خدمات سرانجام دیئے بغیر محض اپنے رسمی عہدہ کی بنا پر قومی خزانہ کی لوٹ کھسوٹ کرنے لگ جائے، مثلاً کوئی زہد وتقویٰ کا دعویٰ کر کے چندے حاصل کرے، کوئی شعر و شاعری کے نام پر خوشامد اور تملق کر کے وظیفہ کا حقدار بنے، کوئی اپنے لئے غازی اور مجاہد ہونے کے ناطے اپنی عسکری خدمات کے معاوضہ کے عنوان سے قومی دولت لوٹنے لگے، کوئی کسی اور حیلے بہانے سے قومی خزانہ پر بوجھ بن جائے، الغرض بغیر کسی مفید کام کاج کے مفت خوروں کا ایک ٹولہ پیدا ہو جائے، جو اپنی عیاشیوں کے لئے قومی دولت لوٹنا شروع کر دے۔ اس زمانہ کے لوگوں کو چاہئے کہ وہ اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھ لیں"۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے آج سے تقریباً تین سو سال پہلے اقتصادی اور معاشی حوالہ سے قوموں اور ملکوں کے تباہی و بربادی کے اسباب کا ایسا تجزیہ پیش کیا ہے کہ یوں لگتا ہے کہ آج کے حالات میں کیا جارہا ہو۔ اس تناظر میں آج اگر ہم اپنے ملک کا جائزہ لیں تو بدقسمتی سے تباہی و بربادی کے یہ دونوں اسباب بڑی شدت کے ساتھ ہمارے ہاں پائے جاتے ہیں۔ آج ایسی معاشی پالیسیاں تشکیل دی جاتی ہیں، جو عام انسانوں پر ظالمانہ ٹیکس کا نفاذ کرتی ہیں۔ حکمران طبقوں کو ٹیکس کے دائرہ کار میں لانے کی بجائے عوام الناس پر ٹیکسوں کا نفاذ بڑے شد و مد سے کیا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف عیاش طبقات ہیں جو اگرچہ ملک وقوم کے لئے کوئی مفید خدمات سرانجام نہیں دے رہے، لیکن قومی وسائل میں سب سے زیادہ اخراجات بھی انہی پر کئے جارہے ہیں۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ ملکی معاشی سرگرمیوں کو کنٹرول کرنے والا نظام سرمایہ داری ہے، جس کا مقصد صرف سرمایہ کے زیادہ سے زیادہ منافع کو اکٹھا کرنا ہے، جب کہ محنت کش طبقہ کے بنیادی حقوق کو غصب کیا جارہا ہے انہیں ان کی محنت کی صحیح قیمت بھی وصول نہیں ہو رہی ہے۔ (باقی ص ۳، کالم ۲)

مستحکم اور مضبوط پاکستان خطے کی ضرورت ہے

محمد عباس شاد

کوئی بھی ریاست سیاسی اور معاشی استحکام کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی، دنیا میں جن ملکوں نے مثالی ترقی کی ہے، انہوں نے پہلے مثالی استحکام پیدا کیا تو انہیں ترقی ملی۔ بدقسمتی سے ہمارا ملک ہمیشہ عدم استحکام سے دوچار رہا ہے، ویسے تو ہمارے عدم استحکام کی تاریخ بہت طویل ہے، جس میں آمریت، جاگیرداری، سرمایہ داری، طبقاتیت، گروہیت، فرقہ واریت اور تعصبات کا وار بہت گہرا ہے۔ لیکن اب کے تازہ اسباب میں خطہ میں امریکہ کی موجودگی، شدت پسندوں کی انتہا پسندانہ کارروائیاں، پڑوسی ممالک کے ساتھ عدم اعتماد کی فضا اور حکمرانوں، سیاست دانوں کی نااہلی اور غیر سنجیدگی ہماری بدقسمتی کا بہت بڑا سبب ہے۔ امریکہ وہ آکاس بیل ہے کہ اس کا سایہ جس ملک پر بھی پڑتا ہے، اسے جڑوں تک چوس لیا جاتا ہے، اسے امن کے بجائے بدامنی، مفاہمت کے بجائے منافقت اور ڈائیلاگ کے بجائے تشدد زیادہ راس آتا ہے۔ یہ آدم خور دیو عراق اور افغانستان میں لاکھوں انسانوں کی زندگی چاٹ جانے کے بعد اب پاکستان کی سرحدوں پر منڈلا رہا ہے۔ قبائلی علاقوں میں شدت پسندوں اور بلوچستان میں علیحدگی پسندوں کی معاونت افغان سرحد پار سے مسلسل ہو رہی ہے، اور امریکہ شدت پسندوں کی سرپرستی کر رہا ہے، ورنہ پہاڑوں کے باسی جدید اسلحہ اور فوجی تکنیکس سے لیس کبھی نہ ہوتے، شدت پسندوں اور امریکہ کا اتحاد فطری ہے۔ ماضی میں وہ گہرے اتحادی رہ چکے ہیں، اور اب اس کا اعتراف امریکی وزیر خارجہ ہیلری کلنٹن بھی کر چکی ہیں کہ امریکہ نے نام نہاد مجاہدین کو اپنے مقاصد کے لئے روس کے خلاف استعمال کیا تھا، ماہرین اس کو خارج از امکان قرار نہیں دے رہے کہ ماضی میں جن قوتوں کو سوویت یونین کے خلاف استعمال کیا گیا تھا، اب ان کو پاکستان کی سلامتی کے خلاف استعمال کیا جاسکتا ہے، لہٰذا بھاری اسلحہ اور بارود سے لیس کر کے انہیں پاکستان آرمی سے متصادم کرنا اہم عمارات، سرکاری اداروں، اور مذہبی و سیاسی شخصیات پر حملے کر کے عدم استحکام پیدا کرنا ان کی نئی حکمت عملی ہو سکتی ہے، یوں اس خطے کو مذہب کے نام پر تقسیم کرنے والی قوتیں مذہب پسندوں کے ہی ہاتھوں ایک نئے بندوبست کی تیاری میں مصروف نظر آتی ہیں۔ اس امر میں امریکہ کی منافقت حیران کن ہے کہ وہ ایک طرف عالمی برادری کے سامنے انتہا پسندوں کے خاتمے کا راگ الاپتا ہے اور دوسری طرف سوات، فاٹا، وزیرستان اور مالاکنڈ میں انتہا پسندوں کی مالی و عسکری مدد بھی جاری رکھے ہوئے ہے، موجودہ حالات میں پاکستان کی سیاسی اور عسکری قیادت کو درست اور دور رس فیصلے کرنا ہوں گے، خصوصاً شنگھائی تعاون تنظیم کے شروع ہونے والے حالیہ اجلاس میں علاقائی ممالک کے ساتھ تعاون و اعتماد کی فضا پیدا کرنا بہت اہم ہے۔ کیوں کہ عام طور پر پاکستان کی خارجہ پالیسی علاقائی تقاضوں کے علی الرغم اپنائی جاتی رہی ہے، مشرف دور میں علاقائی قوتوں سے تال میل بڑھائی گئی تھی لیکن بدقسمتی سے اس کے نتائج آنے سے پہلے ہی اس سارے عمل کو سبوتاژ کر دیا گیا اور یوں پھر خطے میں ایک دوسرے پر الزام لگانے کی سیاست شروع کر دی گئی، اب خطے میں موجود سامراجی قوتوں کے عزائم کو نظر انداز کر کے پڑوسیوں پر شکوک وشبہات کو حقیقت کا روپ دینے کی کوشش کی جارہی ہے، ایسے میں وزیراعظم ہندوستان منموہن سنگھ کا یہ بیان "پاکستان اور بھارت کے درمیان تمام تنازعات کے حل کے لئے ان کی حکومت اور سابق پاکستانی صدر پرویز مشرف ایک معاہدے کے قریب پہنچ گئے تھے"، بہت اہمیت کا حامل ہے۔ (بقیہ صفحہ نمبر ۷)

(بقیہ اداریہ) ایک مفلس اور غریب مزدور اپنی محنت کو بہت تھوڑے داموں فروخت کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ انسانی وسائل کو ترقی دینے کا بھی کوئی نظام موجود نہیں۔ غیر تربیت یافتہ، مہارت نہ رکھنے والے انسانوں کے غول کے غول ملک میں موجود ہیں۔ ان میں شعبہ جاتی مہارت پیدا کرنے اور ہنرمندی کو فروغ دینے کی سنجیدہ کوشش نہیں کی جارہی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے حکمران طبقے وسائل معاش کی دستیابی کے لئے دوسرے ملکوں سے قرضوں کی بھیک مانگنے، اور انہیں اپنی عیاشیوں کو پورا کرنے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کا استعمال کر رہے ہیں۔ آج ضرورت ہے کہ ہم بڑی فکرمندی کے ساتھ ملکی اقتصادی صورتحال کا شعور پیدا کریں اور پیش آمدہ صورتحال کا صحیح خطوط پر تجزیہ کر کے قومی اقتصادی مسائل کے لئے اس نظام کو بدلنے اور دین اسلام کی اساس پر عدل وانصاف پر مبنی معاشی نظام کے قیام کی جدوجہد کریں۔ (مدیر اعلیٰ)

www.rahimia.org

خطبہ جمعۃ المبارک

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب —— ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

(مؤرخہ 20 مارچ 2009ء بمقام ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ، لاہور) ضبط وتحریر: مولانا محمد جمیل

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم، امّا بعد: قا ل اللہ تبارک وتعالیٰ :

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡھِمۡ رَسُوۡلاً مِّنۡھُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡھِمۡ آیاتِہٖ وَ یُعَلِّمُھُمُ الۡکِتَابَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَ یُزَکِّیۡھِمۡ ، اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۝ صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ

میرے معزز دوستو! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت درحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کا نتیجہ ہے۔ حضرت ابراہیم نے انسانیت کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے جب مکہ مکرمہ میں اپنا مرکز قائم کیا تو اس کو آباد کرنے اور حنفی نظریہ کو فروغ دینے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اس مرکز کے لئے ایک ایسے رسول کی ضرورت ہے جو کہ انسانی ترقی اور فلاح و بہبود کا نظریہ بیان کرے اور اس کی حکمت عملی سمجھائے، اس کی تعلیم وتربیت دے اور اس کا عملی نظام قائم کرے۔ بات دراصل یہ ہے کہ دنیا میں انبیاء علیہم السلام انسانیت کیفلاح و بہبود کا نظام قائم کرنے کے لئے مبعوث ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ترقی کے لئے انبیاء کی بعثت کا سلسلہ شروع فرمایا ہے اور انبیاء کی تاریخ میں سب سے عظیم ترین سلسلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انسانی فطرت کی بنیاد پر انسانیت کی فلاح وکامیابی کا نہ صرف نظریہ دیا بلکہ اس نظریہ کی بنیاد پر ایک عملی نظام قائم کرنے کا طریقہ بھی بتایا، اس نظریہ کی اساس یہ تھی کہ انسانی معاشروں میں سیاسی اور معاشی دائروں میں قائم نظام پر مبنی طبقاتی نظام کو ختم کرکے پوری انسانیت کا تعلق اور رابطہ اللہ تعالیٰ سے جوڑ دیا جائے۔ اور یوں انسانیت کے دلوں میں اللہ کی عظمت اور محبت پیدا ہوجائے تاکہ انسانی مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت اور استعداد انسانیت کے اندر پیدا ہوجائے۔

یہ تحریک حنفیت ہے اور اس تحریک کا مرکز مکہ مکرمہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس مرکز میں بٹھا کر دراصل اس کی بنیاد رکھی کہ اس نظریہ حنفیت کو فروغ ملے اور اس کام کے لئے ایک جماعت کی ضرورت تھی، اس کی تکمیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جماعت صحابہ کی صورت میں ہمارے سامنے آتی ہے، ربیع الاول کے اس مہینے میں جب ہم حضور ﷺ کی بعثت کے حوالہ سے گفتگو کرتے ہیں تو یہ بات ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے کہ حضورؐ کی بعثت دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نظریہ کو فروغ دینے اور اس کا عملی نظام قائم کرنے کے لئے ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام انسانیت کے امام ہیں، آپ نے انسانیت کی ترقی اور کامیابی کے اصولوں اور قوانین کی نشاندہی فرمائی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انسانی زندگی کا مشاہدہ کرکے انسانیت کا جو تعلق اس کائنات کے ساتھ تھا اس کو واضح کیا۔ خود قرآن نے بیان فرمایا کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو کائنات کے مخفی اور ملکوتی نظام کا مشاہدہ کروایا (و کـذالک نـری ابـراھـیـم مـلـکـوت الـسـمـاوات والارض) یہ مشاہدہ اس تعلق کی وضاحت کرتا ہے کہ انسانیت کا کائنات سے رابطہ اور خود انسانیت کے باہمی تعلقات اور رابطے کی نوعیت کیا ہے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مشاہدہ کے نتیجہ میں انسانیت کے سامنے ایک نظام فطرت واضح کیا۔ اس نظامِ فطرت کی تکمیل کے لئے ہر دور میں انبیاء جدوجہد کرتے رہے اور اس کی تکمیل حضورؐ نے فرمائی۔ بنی اسرائیل کے وہ انبیاء جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہیں، انہوں نے اپنے اپنے دور میں انسانیت کی ترقی کے لئے جدوجہد اور کوشش کی ہے، اسی بنیاد پر حضورؐ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء نے کی ہے، جب ایک نبی دنیا سے تشریف لے جاتے تو دوسرے نبی آکر انسانیت کی ترقی اور فلاح و بہبود کے اُمور سرانجام دیتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے بعد مبعوث ہوئے اور آپؐ نے تمام اقوام عالم کے لئے انسانی بنیادوں پر عالمی سطح کا نظام قائم فرمایا۔ مکۃ المکرمہ کی مرکزیت کا یہ نتیجہ تھا کہ اس نے نہ صرف جزیرۃ العرب کو متاثر کیا بلکہ اس کے اثرات ونتائج پورے مشرق ومغرب میں پھیلے۔ مشرق اور مغرب کے تمام ممالک مکہ کی حکمرانی کے ماتحت آکر حقیقی ترقی کے راستہ پر گامزن ہوئے۔ یہ وہ بنیادی کام ہے، جو کہ حضورؐ کی بعثت کے تناظر میں ہمارے سامنے آتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ نے جو عالمگیر انقلاب برپا کیا، اب دنیا بھر کے تمام انسانوں کے لئے اصول فطرت کی اساس پر آگے بڑھنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ دین اسلام اور کتاب مقدس قرآن حکیم کی تعلیمات کی روشنی میں ہے۔ قرآن حکیم کی تعلیمات کے غلبہ اور پھیلاؤ کے لئے نہ صرف حضورؐ نے جدوجہد فرمائی بلکہ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کا اثر بھی ہے، ابھی جو آیت خطبہ میں تلاوت کی گئی، اس میں اسی بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ حضرت ابراہیم نے اللہ سے دعاء کی، ”اے ہمارے رب ان مکہ والوں کے پاس ایک رسول ان کی قوم میں سے بھیجنا جو کہ اللہ کی آیات ان کو پڑھ کر سنائے اور ان میں موجود احکامات کی تعلیم دے“ گویا کہ انسانی معاشرے کی تشکیل کے اصول وقوانین واضح کرے، اور پھر ان قوانین/احکامات کو عمل میں لانے کی حکمت عملی بھی بتلائے کہ قومی سطح پر انقلاب لانے کے لئے جماعت کیسے بنائی جاتی ہے، جماعت کی تعلیم وتربیت کیسے ہوتی ہے، قومی انقلاب کے لئے کیا اقدامات ہوتے ہیں، عالمی انقلاب کے لئے کیا طریقہ کار ہوتا ہے۔ اور پھر ان تمام اُمور کو سرانجام دینے کے لئے جس صلاحیت کی ضرورت ہے اس کے لئے اس جماعت کا تزکیہ کرے، ان کے رویوں کو درست کرے تاکہ درست طریقہ کے مطابق انقلاب کے راستہ کو طے کیا جاسکے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر اب تک مکۃ المکرمہ کی مرکزی اور بنیادی حیثیت قائم رہی ہے اور جو انسان مکہ کی بالادستی کو تسلیم کرتا ہے، وہ دنیا کے کسی خطہ میں بھی رہتا ہو اس کے لئے ضروری ہے اپنے اپنے علاقہ کے مراکز اور مساجد کی مرکزیت کو مکہ کی مرکزیت کے ساتھ وابستہ رکھنے کی کوشش کرے، دنیا کے کسی خطہ میں بسنے والا انسان اگر ابراہیمی تعلیمات کے ساتھ یا حضورؐ کی تعلیمات کے ساتھ وابستہ ہونا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے ایک دن میں کم از کم پانچ مرتبہ اپنا رُخ خانہ کعبہ کی طرف کرکے عبادت سرانجام دے۔ یہ عبادت کیا کام کرے گی، ایک تو اس کو قرآنی احکامات کا علم ہوگا کیوں کہ ہر نماز میں ہم پر لازم ہے کہ کم از کم قرآن کی تین آیات ہم ہر رکعت میں تلاوت کریں، اب یہ تلاوت کوئی رسمی عمل نہیں بلکہ تلاوت کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قرآن حکیم میں بیان کئے گئے احکامات کو سمجھا جائے، قرآن حکیم ہم پر کونسی ذمہ داریاں عائد کرتا ہے، قرآن حکیم کے احکامات کو سمجھنا پہلا بنیادی امر ہے، دوسرا بنیادی امر یہ ہے کہ اپنی روح اور دل کا تعلق اس تجلی کے ساتھ جوڑنا ہے جو کہ حضورؐ کے قلب اطہر پر نازل ہوئی۔ گویا کہ انسانوں کے قلوب کی جو میل کچیل اور بداخلاقیاں ہیں اور جو روحانی امراض ہیں ان امراض کا ایک ہی علاج ہے کہ دل کا تعلق ان تجلیات کے ساتھ قائم ہوجائے جو مکہ کے ذریعہ سے پوری انسانیت کی طرف پھیلتی ہیں۔ مکۃ المکرمہ وہ جگہ ہے جہاں چوبیس گھنٹے تجلیات کا نزول ہوتا ہے اور پھر وہ تجلیات پورے کرۂ ارض پر پھیل جاتی ہیں، اب جو انسان تحریک ابراہیمی یا حضورؐ کے دین کے ساتھ وابستہ ہونا چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کا تعلق اس مرکزی نظام کے ساتھ قائم ہو جو مکہ کے ذریعہ سے پوری کائنات پر محیط ہے۔ اور اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے اس نے قرآن حکیم سے جو کچھ سمجھا ہے اپنی اپنی اقوام میں اس کا عملی نظام قائم کرنے کی جدوجہد اور کوشش کرے اور اس کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس سلسلہ میں اُس پر کونسی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ چنانچہ وہ مسلمان نماز جیسی عظیم عبادت کے ذریعہ اس پورے عمل میں تربیت اور تنظیم کے مراحل سے گزرتا ہے۔ بقیہ صفحہ 5

www.rahimia.org

بقیہ جمعۃ المبارک

مسلمان جماعت کی تربیت مسلسل جاری ہے، اسی تسلسل کا نتیجہ ہے کہ مسلسل نماز پڑھنا اور عبادت ادا کرنا ضروری ہے، ایسا نہیں ہے کہ کچھ عرصہ نمازیں وغیرہ پڑھ کر یہ خیال کرلیا کہ تربیت مکمل ہوگئی اب نماز کی ضرورت نہیں، ایسا نہیں ہوسکتا کہ مسلمان جماعت کی تربیت کا عمل ختم ہوجائے، بلکہ ایک مسلمان نے تو دن میں کم از کم پانچ دفعہ یہ عمل کر کے دین کی تربیت اور اس کا مقصد حاصل کرنا ہے، اس لئے ہر مسلمان کے دل میں یہ تڑپ قائم رہنی چاہئے کہ اس کا تعلق براہ راست مکہ کی تجلیات کے ساتھ قائم ہو، ایک اور اہم بات جو آیت میں بیان کی گئی کہ ایک رسول کی ضرورت ہے جو کہ ان احکامات کو انسانیت کی طرف منتقل کرے گا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ تجلیات اور انوارات کے نتائج حاصل کرنے میں انسانی عزائم اور ہمتوں کا بڑا دخل ہے، خاص طور پر اولوالعزم انبیاء کے ارادے، ہمتیں اور عزائم انسانی قلوب پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں، اسی لئے حضورؐ سے لے کر اب تک اولیاء اللہ مسلسل اس مرکز سے وابستگی اختیار کر کے انسانیت کے حق میں نتائج پیدا کرتے رہے ہیں، حضرت عمر فاروقؓ ایک دفعہ طواف کرتے ہوئے جب حجر اسود کے پاس آئے خیال کیا کہ اس کو بوسہ دینا ہوگا حالانکہ یہ تو ایک پتھر ہے اور کلمہ طیبہ میں یہ اعتراف کیا تھا کہ اللہ کے علاوہ کسی سے کوئی تعلق نہ ہوگا، تو اس وقت اس پتھر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے حجر اسود! اگر میں نے حضورؐ کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو آج تم کو بوسہ نہ دیتا۔ تو گویا کہ حضورؐ کے قلبی عزم، اور آپ کے جسم مبارک سے صادر ہونے والے عمل اور طریقہ کو زندہ کرنے کے لئے حضرت عمرؓ نے بوسہ دیا۔ تو اصل چیز ہے نسبت کا منتقل ہونا اور پھر اس نسبت کے ذریعہ سے مقصد کو حاصل کرنا، ورنہ اگر رسمی عمل تو ہو لیکن ابراہیمی تحریک کا نتیجہ نہ نکلے، حضورؐ کی طرح کا نتیجہ ظاہر نہ ہو تو ایسا عمل وہ نتائج مرتب نہیں کرے گا۔ جن اخلاق اور نتائج کے حصول کے لئے یہ مرکز بنایا گیا۔

درحقیقت اس مرکز کی اساس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جدوجہد اور تعلیمات ہیں۔ لہٰذا جب ہم اس مہینہ میں حضورؐ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تحریک کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ اور ابراہیمی تحریک کے دو مقاصد ہیں: ایک علمی اجارہ داری کو ختم کرنا اور اور دوسرا سرمایہ پرستی کے نظام کو ختم کرنا۔ اس مرکز سے وابستگی اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر بنی اسرائیل کے انبیاء کا جو سیاسی کردار رہا ہے، اس کی روشنی میں دینی نظریہ کا سیاسی اور معاشی نظام قائم کرنا مسلمان جماعت کی ذمہ داری ہے، آج بڑے افسوس کی بات ہے ہم حضورؐ کی سیرت کا مطالعہ بڑے سطحی انداز میں کرتے ہیں، حضورؐ کا نظریہ اور آپ کا جماعت کی تشکیل کرنا اور قومی اور بین الاقوامی سطح پر اقدامات بروئے کار لانا ہمارے پیش نظر نہیں ہوتا۔

اور مسلمان جماعت کی تو ذمہ داری عالمی سطح پر انسانیت دوست نظام قائم کرنے کی ہے، لیکن موجودہ دور میں جو جماعت اپنا قومی سطح کا نظام قائم کرنے سے قاصر ہو تو سوچیں کہ ہم نے اپنی ذمہ داری کو کس حد تک پورا کیا ہے۔ کیا اس مہینہ میں چند نعرے لگالینا، چند جذباتی باتوں کا اظہار کرلینا کافی ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ محبت کا رسمی اظہار کرلینا کافی نہیں ہے، بلکہ حضورؐ کے نظریہ اور اس کے مطابق شعور پیدا کر کے قومی اور بین الاقوامی نظام قائم کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا ہماری بنیادی ذمہ داری ہے۔ اگر یہ صلاحیت پیدا نہیں ہوتی تو ہماری بات کون مانے گا، انسانیت تو نتائج دیکھتی ہے۔ اگر نتائج وہ نہیں نکل رہے جو کہ حضورؐ کے دور اور صحابہ کرام کے دور میں نکلے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم نے حضورؐ کے ساتھ صرف رسمی تعلق کا اظہار کیا ہے۔ لہٰذا ہمیں اس مرکز میں جانے کی اور اس سے تعلق قائم کرنے کی جدوجہد کرنی چاہئے اور اس دوران اس مرکز کے مقاصد اور اہداف کو ضرور پیش نظر رکھنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضورؐ کے نظریہ کو سمجھنے اور اس کو غالب کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے، اور اس راستہ میں جو رکاوٹیں ہیں، ان کو دور کرنے کی ہمت و طاقت عطا فرمائے۔ آمین

دینی مسائل

اس صفحہ پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔

جوابات از جناب مفتی عبدالغنی قاسمی

شعبہ دارالافتاء ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال نمبر (۱): حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جس صاحبزادے کی قربانی کا ذکر قرآن حکیم میں ہے وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں یا حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں؟ شیخ بلال احمد، سمن آباد، لاہور

جواب : قرآن حکیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جن صاحبزادے کی قربانی کا ذکر ہے وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، اس سلسلہ میں مزید تفصیل معلوم کرنے کے لئے ''قصص القرآن'' جلد اول از مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ اور ''تفسیر حقانی'' جلد ششم از مولانا عبدالحق حقانی کا مطالعہ فرمائیں۔

سوال نمبر (۲): خون کے ٹیسٹ کے لئے سرنج کے ذریعہ انسانی جسم سے خون نکالا جاتا ہے، جو جسم کے کسی حصہ کے طرف نہیں بہتا، تو کیا ایسی صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

سائل: عبیداللہ سلیم، پاکپتن

جواب: جسم سے سرنج کے ذریعہ سے خون نکالنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اگرچہ وہ جسم کے کسی حصہ پر نہ بہا ہو، اس کے بعد وضو کرنا ضروری ہے۔

(**بقیہ خطاب حضرت اقدس**) اس کے بعد کشمیر میں جہاد کے نام پر لاکھوں انسان قتل ہوگئے، اس کے بعد آج تیس سال ہوگئے افغانستان جو ایک آزاد ملک تھا امریکہ کا غلام بنانے کے لئے ہم برطانیہ اور امریکہ کی خواہشات کو پورا کرتے رہے اور پٹھانوں کو قتل کرواتے رہے، کتنے لاکھوں بیچارے مارے مارے پھر رہے ہیں، کوئی ایران میں بیٹھا ہے، کوئی پاکستان میں بیٹھا ہے، کوئی انگلینڈ بھاگ گیا، اب ہر گھر میں وہاں جنگ ہو رہی ہے، کوئی ۲۰، ۳۰ لاکھ وہاں قتل ہوگئے، اب مسلمان مسلمان کو قتل کر رہا ہے، اسلام کے نام پر کر رہا ہے، کھوپڑیاں کاٹتا ہے، لٹکا دیتا ہے، ایسے وحشت ناک طریقے سے سزائیں دیتا ہے دنیا بھر میں مذہب بدنام ہوگیا، بڑی فکر کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ نصیب فرمائیں اور ہدایت دے اور ہمیں فتنوں سے بچائے، اور مذہب کے نام سے استعمال ہونے سے بچا کر عقل و شعور پیدا کرے، ہم اپنے اکابر کا نظریہ لیں، ذرا سوچو! تم نے تو مظلوم انسانوں کے سر پر ہاتھ رکھنا تھا، آج تم ظالموں کا ساتھ دے کر دنیا کی آزادیاں سلب کرا رہے ہو، سارے عرب کو غلام بنا دیا، افغانستان کو غلام بنا دیا، ہر سامراجی سازش کا آلہ کار بن گئے، سمجھ نہیں رہی، فرقوں میں اور لڑائیوں میں مبتلا ہوگئے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اولاد کو نیک بنانے کی توفیق عطاء فرمائے، اس موجودہ نظام سیاست کا شعور پیدا کرنا، سامراجی غلامی کے خلاف اُس کا ذہن بنانا، دین کا، عدل و انصاف کا انقلاب پیدا کرنا ضروری ہے، دین کے انقلاب کا مطلب ہے کہ ملک میں امن ہوجائے، دین کے انقلاب کا مطلب ہے، معاشی خوشحالی آجائے، دین کے انقلاب کا مطلب ہے کہ باہمی لڑائی جھگڑے ختم ہوجائیں، آپس میں محبت پیدا ہوجائے، دنیا جنت بن جائے، جب ایسا نظام ہوگا، تو مسجد سے ولی پیدا ہوں گے، قطب پیدا ہوں گے، جب بھوکا آدمی مسجد میں آتا ہے، پریشان ہوتا ہے، ان پریشانیوں میں وہ بیچارہ نماز تو پڑھتا ہے، جب کہ نماز یکسوئی اور روحانیت کو چاہتی ہے، اور وہ ہوتی نہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ دیں، اور اس بُرے نظام سے پناہ مانگیں اور اس کو تبدیل کرنے کا جذبہ پیدا ہو، اللہ تعالیٰ ہم سے یہ عذاب ٹالیں، جب ہم دین کو غالب کرنے کا نظریہ رکھ کر اور ظالموں کا ساتھ دینے سے ہم اپنے آپ کو محفوظ رکھیں گے اور شعور پیدا کریں گے تو اللہ کا عذاب ٹلے گا ورنہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

www.rahimia.org

اسلام علم وحکمت کا دین

پروفیسر عبدالودود علیمی، کراچی

تاریخ عالم میں اسلام کو یہ منفرد مقام حاصل ہے کہ یہ سراپا علم بن کر آیا، جس نے تعلیمی دنیا میں ایک حیرت انگیز انقلاب بپا کر دیا۔ اسلام کے سوا دنیا کا کوئی بھی مذہب ایسا نہیں ہے، جس نے تعلیم کی ضرورت کو اولیت اور فوقیت دی ہو۔ تاریخ انسانی کا طویل ترین دور ایسا بھی گزرا ہے، جب کاہنوں، پجاریوں یا خصوصی مرتبہ کے حامل طبقے ہی کو علم کی اجارہ داری حاصل تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ تاریخ عالم میں پہلی مرتبہ اسلام ہی نے ہر فرد پر حصول علم واجب قرار دیا اور نتیجہ کے طور پر اسلام نے علم کی روشنی کو عام کر کے انسانی زندگی میں عظیم ترین انقلاب پیدا کر دیا۔ دراصل قرآن حکیم اور احادیث نبوی ہی علم کے وہ عظیم سرچشمے ہیں، جہاں سے ہر قسم کی اخلاقی، علمی اور تمدنی ہدایتیں ملتی رہتی ہیں اور تا قیامت ملتی رہیں گی۔ قرآن حکیم ایک کتاب یا ایک دعوت ہی نہیں بلکہ یہ ایسا سرچشمۂ رشد وہدایت ہے، جس سے انسانی فکر ونظر کو جلا ملتی رہی ہے۔ جس نے نوع انسانی کو اس کی حقیقتوں سے نہ صرف آشنا کیا بلکہ تخلیق آدم وکائنات کے مقاصد سے آگاہ کیا، جس نے اسلام سے پہلے کی تاریخ بیان کی اور آئندہ کے لیے پوری انسانیت کے لیے راہ عمل متعین کر دی ہے۔ بقول حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "نزول قرآن کا اصل مقصد نفسِ انسانی کی تہذیب اور باطل عقائد وفاسد اعمال کی تردید ہے"۔ تخلیق کائنات کے بعد خالق حقیقی نے انسانِ اول کو سب سے پہلے جس انعام سے نوازا، وہ "علم" تھا۔ اسلام میں علم اور دین اس طرح وابستہ ہیں کہ ان کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ جب قرآن مجید کا نزول ہوا تو سب سے پہلے معلم انسانیت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی۔ جو علم کی اہمیت اور افادیت پر مکمل طور پر روشنی ڈالتی ہے۔ دین حنیف کی ابتدا پر اگر نظر کی جائے، تو معلوم ہوگا، حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کل اسماء کا علم دے دیا۔ صرف اسماء کا علم ہی نہیں دیا بلکہ ان کے حقائق بھی بتا دیئے اور جس قدر اشیاء قیامت تک استعمال ہونے والی ہیں ان کے نام ہی نہیں بتائے بلکہ مثالی شکلیں سامنے بھی کر دی گئیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کو جہاز رانی کا علم دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو زرہ سازی اور آہنگری کا علم دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملکوت السماوات والارض کا علم دیا گیا اور آسمانوں اور زمین کے حقائق دکھلائے گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردے زندہ کرنے کی مسیحائی دی گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا اور عصائے برہانی عطا کیا گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوا پر قدرت دی گئی۔ وہ جانوروں اور پرندوں کی بولیاں سمجھ لیا کرتے تھے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے لاتعداد انبیاء کرام کو معلمین کی صورت میں مبعوث فرمایا، جو لوگوں کو علوم الٰہیہ سکھاتے رہے۔ لیکن یہ سب کے سب ایک محدود زمانہ، محدود حلقہ اور مخصوص قوم یا امت کے لیے آئے۔ آخر کار یہ حد بندیاں ختم کر دی گئیں اور معلم انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمائے گئے، جو نہ محدود حلقہ، نہ محدود زمانہ اور نہ ہی خاص قوم یا امت کے لیے تشریف لائے بلکہ تمام عالمین کے لیے رحمت بنے۔ قرآن سے پہلے تمام آسمانی صحیفے اپنے اپنے وقت کے لیے آئے اور ایک خاص وقت تک محفوظ رہے۔ ان میں دائمی صحیفہ کوئی نہ تھا۔ مگر قرآن آخری اور دائمی صحیفہ ہے، جو تمام اصول دین پر حاوی ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا، یہ انسانوں کو سلامتی کے راستوں کی ہدایت کرتا ہے اور تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: "اللہ کی طرف سے تمہارے پاس روشنی آ چکی، جو روشن ہے" (المائدہ-14)۔ قرآن حکیم کے مطابق علم افلاک خالق حقیقی کا ایسا شاہکار ہے، جو حسن وخوبی اور کمال کے لحاظ سے بے مثال ہے اور اس پر غور وفکر کرنے کا لازمی نتیجہ عرفانِ حقیقت ہے۔ قرآن حکیم کا دعویٰ ہے کہ باری تعالیٰ نے طبقات سماوی کو اس جامعیت سے تخلیق کیا ہے۔ قرآن حکیم ظاہر کرتا ہے کہ جس طرح عالم سماوات فنی جامعیت اور حسن حقیقت کے آئینہ دار ہیں اسی طرح زمین کا گوشہ بھی جمال حقیقت کی جلوؤں سے معمور ہے لیکن ان کو دیکھنے کے لیے اہل یقین کی نظر ضروری ہے۔ وہ انسان کو دعوت فکر دیتا ہے کہ اگر تمہیں حقیقت کی طلب وجستجو ہے، تو ان چیزوں کو غور سے دیکھو، جو تم اکثر دیکھتے اور محسوس کرتے ہو۔ قرآن حکیم کے مطابق کائنات میں فطرت کی حرکت اور عمل کے تمام ہنگامے حیات انسانی کے سرور انگیز ارتقاء کے لیے ہیں اور حقیقت کے آئینہ دار ہیں۔ قرآن مجید انسانوں کو عالم آفاق وعالم انفس دونوں کے مطالعہ کی ترغیب دیتا ہے۔ علم کی روشنی میں حال ومستقبل کے تقاضوں کو سمجھنے اور پھر موقع ومحل کے مطابق موزوں طریقے سے ان کو پورا کرنے کی اصلاحیت کو قرآن نے حکمت کا نام دیا ہے۔ گویا علم وحکمت ایک ہی سلسلہ کی دو کڑیاں ہیں۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ جس طرح علم سے صلاحیت پیدا ہو کر نتیجہ فلاح کی صورت میں رونما ہوتا ہے اس سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ علم وحکمت کے بغیر حیات انسانی کو حقیقی فوائد حاصل نہیں ہو سکتے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ علم وحکمت ہی حقیقی زندگی کے دو پہلو ہیں اور ہر پہلو زندگی کی تکمیل کے لیے ناگزیر ہے۔ ارشاد ربانی ہے: "اور جس کو حکمت مل گئی یقیناً اسے بہت زیادہ بھلائی مل گئی" (البقرہ) دراصل حیات انسانی کے فطری تقاضوں کی تسکین چونکہ حکمت سے ہی ممکن ہے، اس لیے مسرت وشادمانی کا ایک فطری ذریعہ بھی یہی ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے وہی عمل نوع انسانی کے لیے رحمت کا باعث ہوگا، جو حکمت سے معمور ہو۔ اس طرح وہی علم حقیقت میں علم ہوگا، جس میں حکمت کی آمیزش ہوگی، جس سے ایمان وایقان میں تقویت پیدا ہوتی ہے۔ اسلام دنیا کا پہلا اور آخری مذہب ہے، جس نے علم کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تعلیم اور تزکیہ کے لیے ہوئی۔ یعنی لوگوں کو سکھانا اور بتانا اور نہ صرف سکھانا بتانا بلکہ عملاً بھی ان کو اچھی باتوں کا پابند اور بری باتوں سے روک کر ان کی زندگیوں کو سنوارنا ہے۔ رب العالمین نے قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفات چار مقامات پر بیان کرتے ہوئے آپ کی بعثت کو انسانیت پر عظیم احسان قرار دیتے ہوئے آپ کے منصبی فرائض میں ان چار باتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ (۱) تلاوت آیات (۲) تزکیۂ نفس (۳) تعلیم الکتاب (۴) تعلیم الحکمت۔ "حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی یہ دعا مانگی تھی" (البقرہ) "اے ہمارے پروردگار اس جماعت میں سے ان ہی میں کا ایک ایسا رسول بھیج، جو ان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کریں اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیا کریں اور ان کو پاک کر دیں۔ بلاشبہ تو ہی غالب قدرت والا اور بڑی حکمت والا ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا قبول فرمائی"۔ (البقرہ) "جیسا کہ بھیجا ہم نے تم ہی میں کا جو تم کو ہماری آیتیں سناتا ہے اور پاک کرتا ہے تم کو اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے تم کو اور وہ سکھاتا ہے تم کو جو تم نہیں جانتے تھے۔" دعائے خلیل علیہ السلام کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا احسان اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے" (آل عمران-164) یقیناً اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان کیا کہ ان میں انھی میں سے ایک رسول بھیجا، جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت سکھاتا ہے اگر چہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ قرآن حکیم کی ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ چاروں باتیں بنیادی طور پر تعلیم سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ حضور اکرمؐ کی تعلیم وتربیت نے صحابہ کرامؓ کی ایک ایسی جماعت پیدا کر دی، جو آسمان دنیا پر چھا گئی اور تعلیم وتفسیر، علم وعرفان کی باراں بن کر برسی، جس نے اپنے مسنون اعمال سے قرآن وحدیث کے نور کو تمام عالم میں پھیلایا کہ آج ہمیں بھی ان کی تبلیغ کے فیضان سے دولت ایمان حاصل ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: "مجھے تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہے"۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں علم کی اہمیت اور اہل علم کی بے پناہ فضیلت فرمائی ہے۔ حدیث میں آیا ہے: ایک عالم کو عابد پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جیسی مجھے تم میں سے ایک ادنیٰ آدمی پر"۔ اگر ہم معلم انسانیت کے تعلیمی اسلوب کا بغور مطالعہ کریں، جنہوں نے 23 سالہ مختصر عرصہ میں سرزمین عرب میں ایک ذہنی اور فکری انقلاب برپا کر دیا اور ایسی جماعت تیار کی، جس نے گرد وپیش میں پھیلی ہوئی جہالت وگندگی کو اپنے آقا کی تعلیمات کے ذریعہ نور ونکہت میں بدل کر رکھ دیا۔ ظاہر ہے کہ ایسا کٹھن اور جاں گسل فریضہ پیغام رسانی ہی کی رہین منت نہ تھا بلکہ قرینے، سلیقے اور محتاط تنظیم کا متقاضی تھا، جسے پیغمبر کی ذات گرامی نے اپنے تدبر وحکمت سے سرانجام دیا۔ ماضی میں اسی نظریۂ علم اور نصاب تعلیم نے محدثین، فقہاء، حکماء اور آئمہ کرام کی ایسی کثیر جماعتیں پیدا کیں، جو پوری انسانیت کے لیے وجۂ افتخار اور سرچشمہ معرفت ثابت ہوئیں اور یہی وہ اہل علم ہیں جنہوں نے ایک ہزار سال تک چار سو سے زیادہ علم کی شاخیں ترتیب دیں، جن کا دائرہ مابعد الطبیعات اور طبیعات کے تمام علوم تک وسیع ہے اور ان تمام علوم کی اساس اسی نظریۂ علم اور نصاب تعلیم پر تھی، جسے قرآن وحدیث نے پیش کیا تھا۔

www.rahimia.org

ملفوظات

قطب الاقطاب حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

مرتب: میاں عطاء العزیز تمیانہ (چشتیاں)

(۱) فرمایا: ''حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری، نہایت اعلیٰ وارفع و کامل و مکمل بزرگ تھے اور ولی باصفا اور صاحب حال اکابرین میں سے تھے۔ کشف بہت زیادہ ہوتا تھا لیکن کتمانِ حال کا یہ عالم تھا کہ کسی پر ظاہر نہ ہونے دیتے تھے''۔

(۲) فرمایا: ''حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ اور حضرت شیخ الہندؒ کے مزاج میں گہری یکسانیت اور مماثلت تھی''۔

(۳) فرمایا: ''حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کے بڑے عالی اخلاق تھے، میں حضرت شیخ الہندؒ کا زمانہ طالب علمی سے معتقد ہوں۔ اور اپنے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ان کا معتقد پایا تو اپنا اعتقاد اور بھی حضرت شیخ الہند پر بڑھ گیا''۔

(۴) فرمایا: ''(حضرت) شاہ (ولی اللہ) صاحبؒ کے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کوئی خواہ مخواہ کے معتقد نہ تھے۔ شاہ صاحبؒ متاخرین میں سے زبردست علوم کے حامل ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر معاملہ میں بڑے بڑے علوم عطا فرمائے تھے''۔

(۵) فرمایا: ''مولانا عبیداللہ (سندھی) صاحبؒ سے مکہ معظمہ میں ملنا ہوا تھا، تو میں نے دریافت کیا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت شیخ الہندؒ پر آپ کا اثر تھا تو یہ کیا بات تھی۔ اس پر مولوی صاحب مرحوم (مولانا سندھیؒ) رو پڑے اور فرمایا کہ میرا اثر کیا ہوتا؟ خدا کی قسم اگر مجھے اب بھی معلوم ہو جائے کہ حضرت شیخ الہند مجھ سے ناراض ہیں یا خوش نہیں تو باوجود اس پختگی کے میں فوراً اس کام سے رُک جاؤں''۔

(۶) فرمایا: ''حضرت شیخ الہندؒ کی سمجھ اور علم بہت گہرا تھا۔ حضرت مدنی بے شک بڑے بزرگ ہیں مگر جو بات حضرت شیخ الہند میں تھی وہ بہت گہری تھی''۔

(۷) فرمایا: ''سیاست پر مذہبی لوگوں کے قبضہ کیے بغیر کوئی صورت مذہب کے بچاؤ کی نہیں ہو سکتی''۔

(۸) فرمایا: ''میں نے تو حضرت شیخ الہندؒ سے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی تعریف سنی ہے کہ وہ بہت مستعد ہیں اور آپ ان کی بہت ہی تعریف فرماتے تھے''۔

(۹) فرمایا: ''مولانا (عبیداللہ سندھیؒ) کا اپنا علم بڑا وسیع تھا۔ سیاست سے لگاؤ اس درجہ تھا کہ حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے تمام شاگردوں میں سے کابل جانے کے لیے مولانا کو ہی بھیجا''۔

(۱۰) فرمایا: ''سیاست پر آج کفر غالب ہے۔ اس لیے کفر کے راستے سے سیاست آرہی ہے۔ اگر لیڈر دیندار نہیں ہوگا تو ایسی ہی سیاست کا غلبہ ہوگا اور کفر کے مؤیدات بڑھتے رہیں گے''۔

(۱۱) فرمایا: ''جب دنیا میں رہنا ہے تو دنیاوی امور پر قابو رکھنا اسلامی شعار اور قومی جذبہ ہے اور نیت کے درست ہونے سے اس کا بھی عبادت میں شمار ہو سکتا ہے''۔

(۱۲) فرمایا: ''اسلام اور مذہب کو لوگوں نے اپنی خواہشات کا آلہ تو بنایا مگر خود مذہب کا آلہ کار نہ بنے یعنی مذہبی اثرات کے نتیجے اپنی زندگیوں کو عالمگیر اور اجتماعی طور پر ایسا پاکیزہ نہ بنایا جیسا مذہب چاہتا ہے اور اس کی تربیت صحیحہ کا خاصا ہے''۔

(۱۳) فرمایا: ''صحبت کے بغیر اخلاق کی اصلاح نہیں ہوتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی اخلاقی تربیت اور روحانی ترقی کے لیے ہی آتے ہیں اور تبلیغ کرتے ہیں مگر یہ سب کام کمال کو آسانی سے تبھی پہنچ سکتے ہیں کہ امن ہو اور موانع دفع کیے جائیں۔ اس کے لیے سلطنت کی ضرورت پیش آتی ہے''۔ (ماخوذ از ارشادات شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ)

رفتارِ کار — خوشخبری

عتیق الرحمٰن ایڈووکیٹ

سکھر (سندھ) میں ادارہ رحیمیہ کے ریجنل مرکز کا قیام

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) کی تعلیمی اور تربیتی سرگرمیوں کو مربوط انداز میں فروغ دینے کے لئے بالائی صوبہ سندھ کے شہر سکھر میں ادارہ کا ریجنل مرکز قائم کردیا گیا ہے۔ چنانچہ دوستوں کے تعاون سے سکھر میں ایک فلیٹ لے لیا گیا ہے۔ جس میں ادارہ کی تعلیمی و تربیتی سرگرمیوں کو آگے بڑھانے کے لئے ادارہ کی مجلس مشاورت کے اراکین جناب سید اصغر علی شاہ صاحب، ڈاکٹر سید لیاقت علی شاہ صاحب، جناب آفتاب احمد عباسی صاحب اور مولانا عبداللہ عابد سندھی اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس مرکز میں مجلس ذکر کے حلقہ کے ساتھ دیگر تعلیمی اور تربیتی سرگرمیاں شروع ہو چکی ہیں۔ اس سلسلہ میں تعاون کرنے والے احباب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء فرمائے۔

کراچی میں ادارہ رحیمیہ کے ریجنل مرکز کے قیام کی تیاری

اسی طرح کراچی میں بھی علمی و تربیتی سرگرمیوں کو مربوط کرنے کے لئے ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) کا ایک ریجنل مرکز قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ کراچی کے احباب اس کے لئے جگہ دیکھ رہے ہیں، اس کے لئے احباب سے تعاون کی درخواست ہے۔ تاکہ جلد از جلد کراچی میں بھی حلقہ ہائے درسِ قرآن، مجالس ذکر اور دیگر تعلیمی و تربیتی سرگرمیاں شروع کی جاسکیں۔ اس سلسلہ میں جناب آفتاب احمد عباسی صاحب، جان محمد گدارو صاحب، اطہر سعید صاحب اور عرفان احمد لون صاحب اور ان کی ٹیم بڑی تندہی سے کام کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطاء فرمائے۔

بورے والا میں دورۂ تفسیر قرآن حکیم کا انعقاد

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ کے زیر انتظام و زیر سرپرستی حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری مدظلہ العالی قرآنی علوم و معارف اور امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے افکار عالیہ سے استفادہ کے لئے بورے والا اور کراچی میں دورۂ تفسیر قرآن حکیم کا اہتمام کیا گیا ہے، بورے والا (ضلع وہاڑی) میں دورۂ تفسیر قرآن کا انعقاد جامعہ خدیجۃ الکبریٰ، بورے والا میں 26 جون تا 5 جولائی دس روز تک ہوگا۔ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی سمیت دیگر علمائے کرام درسِ قرآن حکیم دیں گے۔

برائے رابطہ: مولانا محمد ظہیر 0322-6791075،

بمقام: جامعہ خدیجۃ الکبریٰ (پل یعقوب آباد، چیچہ وطنی روڈ) بورے والا، ضلع وہاڑی۔

کراچی میں دورۂ تفسیر قرآن حکیم کا انعقاد

اسی طرح ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ کے زیر انتظام کراچی میں بھی 12 جولائی 2009 بروز اتوار سے لے کر 21 جولائی 2009ء بروز منگل تک دورۂ تفسیر قرآن حکیم کا اہتمام ہو رہا ہے، جس میں مفتیان کرام اور علمائے عظام قرآن حکیم کے تفسیری موضوعات پر لیکچر دیں گے۔ زیادہ سے زیادہ احباب اس میں شرکت فرمائیں۔ برائے رابطہ: جناب جان محمد گدارو (0321-2438375) اور جناب محمد عرفان لون (0300-8227510)

بمقام: عزیز منزل، ہاؤس نمبر 63، موریہ خان سٹریٹ، شاہراہ فیصل کراچی۔

(بقیہ: مستحکم اور مضبوط پاکستان) اس پر معاصر اخبار کا تبصرہ بھی دلچسپ ہے، وہ لکھتا ہے کہ ''یہ حقیقت ہے کہ منموہن اور پرویز مشرف نے سرحدوں میں تبدیلی لائے بغیر تنازعات کے حل کے لئے سخت محنت کی تھی اور ہم ایک معاہدے کے قریب پہنچ گئے تھے، لیکن جنرل پرویز مشرف مختلف مشکلات میں گھر گئے۔ چیف جسٹس اور دیگر مسائل کی وجہ سے ساری پیش رفت رُک گئی''۔ ہماری بقاء اور سلامتی کا واحد راستہ علاقائی قوتوں کے اعتماد کی بحالی اور تعلقات کار کو ازسر نو بحال کرنے میں ہے، خود مختار علاقائی قوتیں یہ صلاحیت رکھتی ہیں کہ وہ اس خطے پر منڈلاتے خطرات کو ٹال سکیں۔

www.rahimia.org

قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ہماری ذمہ داریاں

خطاب حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ

ضبط وتحریر: حکیم سجاد احمد بوریوالا

(مؤرخہ یکم مارچ 2009ء کو حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری، حضرت مفتی عبدالخالق آزاد اور مفتی عبدالمتین نعمانی چک نمبر 261/EB بورے والا میں ''تقریب تکمیل حفظ القرآن'' میں شرکت کے لئے تشریف لائے، اس موقع پر گاؤں کی جامع مسجد میں ایک بڑے جلسۂ عام سے حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی نے درج ذیل خطاب فرمایا)

بعد از خطبہ مسنونہ ارشاد فرمایا: میرے دوستو! یہ بڑی مبارک مجلس ہے، قرآن پاک کے حفظ کرنے والے طلباء کی یہ تقریب ہے، اس موقع پر ہمیں یہ بات سمجھنی ہے کہ مسلمان کوئی قوم نہیں ہے، بلکہ یہ اللہ کی طرف سے اللہ کے نظام کو قائم کرنے والی اللہ کی ایک جماعت ہے، اس کو حزب اللہ کہا جاتا ہے، یہ اللہ کی جماعت ہے جو ظلم مٹاتی ہے۔ میرے دوستو! ماں باپ اپنی اولاد سے کتنی محبت کرتے ہیں اور اُس کے مسائل حل کرتے ہیں، جو اُن کو نقصان پہنچائے، اسے دشمن سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد میرا کنبہ ہے، جو میرے کنبے کو نقصان پہنچائے گا، میں اُس کا دشمن ہوں، جو اُس کو فائدہ پہنچائے گا، میں اُس کا دوست ہوں، ہمارا ایمان ہے کہ اللہ ''رب العالمین'' ہے کہ ساری مخلوق کا رب ہے، اُس میں یہودی ہو، عیسائی ہو، مشرک ہو، کافر ہو سب شامل ہیں اور اللہ نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا ہے کہ ہم نے ان کو ''رحمۃ اللعالمین'' بنایا ہے، کہ میں جن کا رب ہوں میرا رسول ان کے لئے رحمت ہے اور یہ کتاب کلام الٰہی ہے جو حضور ﷺ پر نازل کی گئی ہے، اس کی صفت یہ ہے کہ انسانیت کو ہدایت دیتی ہے، یہ پورے انسانوں کو کامیاب راستے پر چلاتی ہے، اس میں کافر کا بھی حق ہے، مشرک اور یہودی کا بھی حق ہے، آج سے پہلے گیارہ سو سال میں دین نے غالب رہ کر ایسی سیاست کی، ایسا نظام چلایا، جو ظلم کو مٹاتا تھا، وہ عقیدوں کے فرقے نہیں بناتا تھا، عقیدوں کی جنگ نہیں لڑتا تھا، تم ذرا غور کرو، ہم نے بزرگوں سے سنا ہے کہ صحابہ کرام ﷺ کا اتنا اونچا مقام ہے کہ بڑے سے بڑا قطب زماں غوث ان کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا، جن کو حضور ﷺ کی صحبت میسر آ گئی اُن کا کتنا بڑا درجہ ہے، صحابہ کرام ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ ہم اُن سے راضی ہو گئے وہ ہم سے راضی ہو گئے، اب سوچنا یہ ہے کہ پیارے رسول ﷺ نے صحابہ کے ذہن میں اس چیز کی عظمت پیدا کی کہ انہیں اللہ کی مخلوق پر رحم آئے اور ظلم کے نظام کو توڑیں، اور اللہ کی مخلوق کو آزادی دلائیں، چنانچہ صحابہ کرامؓ نے محض مسلمانوں کے لئے ہی جنگ نہیں لڑی بلکہ مظلوم یہودی اور مظلوم کافروں اور مشرکوں کو بھی ظلم سے نجات دلانے کے لئے جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے، مسلمان پر فرض ہے کہ اللہ کی مخلوق کی نگرانی کرنا، نگرانی کس بات کی ہے، کہ اُن کو کوئی غلام نہ بنائے، نگرانی کس بات کی ہے کہ اللہ نے تمام مخلوق کا جو رزق سمندروں میں اور زمین پر پیدا کیا ہے یہ سب کا حق ہے، اُن کی اس امانت کو ان میں پہنچنا چاہئے، اور ان میں غربت نہ ہو، اللہ کی طرف سے انسان کا یہ حق ہے، کہ ان کو امن ملے، خوشحالی ہو، عدل ہو، انصاف ہو، لوگوں کا اخلاق درست ہو، ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی پیدا ہو، اللہ پر ایمان لائیں، اللہ کے رسولؐ پر ایمان لائیں، قرآن پاک پر ایمان لائیں، ''خیر الناس من ینفع الناس'' کے اصول پر اللہ کے نزدیک پسندیدہ جماعت وہ ہے جو اللہ کی مخلوق کو فائدہ پہنچائے، نقصان پہنچانے والی جماعت شیطانی ہوتی ہے، اور نفع پہنچانے والی، خیر خواہی پہنچانے والی جماعت اللہ کی ہوتی ہے، اس طرح ہمیں سوچنا ہوگا کہ گزشتہ سو دو سو سال سے ہمارا نظریہ بدل گیا، انگریز کے نظام نے آ کر ہمیں فرقوں کی بنیاد پر باہم ٹکرا دیا اور پھر آپ کو اندازہ ہونا چاہئے کہ دشمن کے جانے کے بعد ہمارے ساٹھ سال گزر گئے، اسلام اور خلافت کے نام پر یہ ملک بنا، لیکن جو تعلیم کا شیطانی نظام انگریز نے بنایا تھا، وہ اُسی طرح ہم نے اپنے نوجوان کو پڑھا کر اُسے دین کے نظریہ سے دور کر دیا اور جس طرح انگریز نے مسجد والوں کو غلام بنا کر کنارہ کش کر دیا تھا اسی طرح آج اسلام کے نام پر حکمرانوں نے بھی مسجد کو یتیم بنا دیا، مسجد میں ۵ فیصد آدمی آتے ہیں، ۹۵ فیصد مسجد سے باہر ہوتے ہیں اور جو ۵ فیصد مسجد میں بھی آتے ہیں وہ نظام کے اثر میں ہوتے ہیں، پوری بات نہیں مانتے، آج قرآن پڑھا جا رہا ہے، لیکن اُس پر عمل نہیں ہوتا، حدیث پڑھی جا رہی ہے، لیکن اُس پر عمل نہیں ہوتا، یہ قرآن اور حدیث اور حضور ﷺ کی ساری زندگی اس کا تو نظام قائم کرنا ضروری ہے، انگریز کے خلاف آزادی کی جنگ امام شاہ ولی اللہ کی جماعت نے لڑی ہے، ہزاروں لاکھوں انسانوں کی قربانیاں ہیں، لیکن آج بھی انگریز کا نظام قائم ہے، انگریز کے شاگرد حکمران ہیں، کوئی اسلام جانتے نہیں، قرآن پڑھا نہیں، حدیث جانتے نہیں، کتنا بڑا ظلم ہو رہا ہے کہ ۹۵ فیصد مسلمانوں کے ملک کو جو اسلام کے نام پر بنا ہو اس میں آج بھی مسجد اور قرآن کی تعلیم اُس کے سسٹم سے الگ ہے، سسٹم میں اس کا کوئی حق نظر نہیں آتا، کتنی بڑی بد قسمتی ہے، آج ہمیں اپنی اولاد کو موجودہ مغربی معاشرت اور مغربی نظریہ سے بچانا بڑا مشکل ہو گیا، مولوی صاحب بھی نہیں بچا سکتے، پیر صاحب بھی نہیں بچا سکتے، اب ۲۰ سال کی عمر تک ہمارے نوجوان کو دین سے دور رکھ کر مادیت پرستی کے نظریہ اور ذاتی فائدہ کے نظریہ سے اس کی تعلیم و تربیت کی جاتی ہے، مسجد کے پاس وہ نہیں آتا، آج مسجدیں ہماری اولادوں سے خالی ہے۔ کتنا بڑا نظام کا اثر ہے، آپ دیکھئے نا! ہمیں انہوں نے لگا دیا کہ بس تم مسجد میں رہو، نماز روزے تک کی بات کرو، باقی جو دین کی سیاست ہے، وہ تم نے نہیں کرنی، سیاست تو ہم جاگیر دار اور سرمایہ دار جماعت کی کریں گی، سیاست تو ہم امریکہ برطانیہ کی کریں گی، اُس میں تم نے دخل نہیں دینا اس ملک کے لئے کتنے بڑے انسانوں نے قربانی دی ہے، کتنے زیادہ لوگ ہجرت پر مجبور ہوئے ہیں، کتنے لاکھوں انسان قتل کر دیئے گئے ہیں، کتنے معصوم بچے مارے گئے ہیں، عورتیں اغوا کر لی گئی ہیں، اور آج حال یہ ہے کہ یہاں ایمان بچانا مشکل ہو رہا ہے، قرآن پر عمل کرنا مشکل ہو رہا ہے، آج مغربی ثقافت اور بے حیائی کے نظام پر خزانے خرچ ہوتے ہیں، سارے نظام پر اربوں روپے کے بجٹ بنتے ہیں، لیکن قرآن کی تعلیم کے لئے زکوٰۃ، قربانی کی کھالیں، صدقات رہ گئے، یہ ایمان والی کتاب کی تعلیم کا حال ہے، آپ اندازہ لگایئے ہمیں فرقہ پرستی میں مبتلا کر دیا، وہ کہیں گے شیعوں کے مدرسے میں نہ جاؤ اور کہیں گے غیر مقلدوں، دیوبندی اور بریلویوں کے مدرسے میں نہ جاؤ، لیکن عیسائیوں کے مدرسے میں سب کہتے ہیں چلے جائیں، کہتے ہیں وہاں سے قابل ہو کر آتا ہے، مشنری اداروں کو لاکھوں کی فیس دیتے ہیں۔ میرے دوستو! کتنی بڑی محرومی ہے، تم بتاؤ ظالموں کے امین نظام نے ساٹھ سال گزار دیئے اور ہمیں اس سے نجات نہیں ملی، ہر کافر ملک بھی غلامی کے نظام کو تبدیل کر کے اپنے نظریہ کا قومی نظام بناتا ہے، لیکن جنہوں نے اس ملک پر ۸ سو ۹ سو سال حکومت کی ہے، قرآن کے قانون کو قانونِ عمل بنایا ہے، ۹۰ فیصد غیر مسلم نے اسلام کی فقہ پر فیصلے قبول کئے ہیں، آج پاکستان اسلام کے نام پر بنا ہے، اور ہمارا حکمران طبقہ کہتا ہے اسلام نہیں چل سکتا، کتنی بڑی دوری کی بات ہے، کتنی بڑی فکر کی بات ہے، قرآن کی حفاظت ماشاء اللہ یہ لوگ دین دار کر رہے ہیں، لیکن حقیقت میں جب تک اس دین کا غلبہ نہیں ہوگا، یہ حفاظت کم ہوتی چلی جائے گی، سمجھئے کتنی بڑی فکر کی بات ہے، اللہ میاں فرماتا ہے کہ اگر تم قرآن پر ایمان رکھتے ہو لیکن عمل کے اعتبار سے بعض چیزوں کو کر لیتے ہو، مثلاً عبادت کر لی، کچھ اور ثواب کے کام کر لئے لیکن پورے دین کو عمل میں نہیں لاتے تو ہم تم پر دنیا میں ذلت کا عذاب بھیجیں گے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم غلام بنا دیئے گئے، آپس میں لڑائیاں کرا دی گئیں، رزق کی برکت چھین لی گئیں امن قائم نہیں رہا، یہی ذلت کا عذاب ہے۔ میرے دوستو! آج ہمیں ہر ایک دشمن نظر آتا ہے، بھائی کو اپنا بھائی دشمن نظر آتا ہے تو کافر ہم پہ کیسے اعتبار کرے گا، آج تم دیکھ رہے ہو کہ ساٹھ سال سے کیا ہو رہا ہے، 1947ء میں پنجاب میں ۲۰ لاکھ انسانوں کو قتل کروایا، اس طرح حیدر آباد، دکن میں قتل عام کروایا، اس طرح بنگالی اور پنجابی کو لڑوا کر بنگال میں قتل کروایا، اور پاکستان کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے۔ (باقی صفحہ نمبر ۵ پر)

www.rahimia.org